تعزیراتِ اسلام

برق التوحیدی فیصل آباد

کیا مسلمان اور ذمّی کی دیّت یکساں ہے؟

کیا حدود محض زواجر ہیں؟

موصوف قاضی صاحب فرماتے ہیں: "اوپر دنیاوی سزا کا ذکر ہے آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہوگی" (ترجمان القرآن مارچ ۱۹۷۹ء)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے قتل کے جرم میں قصاص لیا جائے یا سرقہ کے ضمن میں قطع ید ہو یا زنا کے سلسلہ میں رجم کر دیا جائے وغیرہ وغیرہ تو یہ سزا صرف دنیاوی سطح تک معتبر ہوں گی عند اللہ ان کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ ان مجرموں کو مزید سزا دی جائے گی۔

حدود کے ضمن میں دی جانے والی سزا کیا آخرت میں بھی کافی ہے یا نہیں؟ یہ اصولی بحث تو ہم کسی اور جگہ کریں گے تاہم مسئلے کی وضاحت کے لیے تو حدیث ہی کافی ہے جو خود قاضی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں نقل کی ہے اور وہ یہ کہ عوام کو محفوظ رکھنے کی غرض سے مسئلہ سمجھا دیا جائے۔ مسئلہ کی وضاحت کے لیے اولاً جو درمیانِ مضمون آپ نے جو حدیث درج کی ہے اس کی طرف سے بردہ آزاد کرو۔ بردہ کے ہر عضو کی آزادی کی وجہ سے اس کا ہر عضو دوزخ سے آزاد ہو جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ جہنم سے آزاد ہو گیا تو اور سزا کیا ہوگی؟ کیا اسے بطورِ سزا جنت میں بھیج دیا جائے گا؟

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے متعلق فرمایا ہے جسے رجم کی سزا دی جا رہی تھی کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر منافقینِ مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو انہیں کافی ہو سکے تو کیا ایسی توبہ کے بعد بھی اسے اور سزا کا منتظر رہنا چاہیے۔

موصوف کی دسترس

موصوف مذکورۃ الصدر حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ "احناف کے نزدیک یہ حدیث اس وجہ سے قابلِ استدلال نہیں کہ اس میں دوزخ کا لفظ نہیں لہذا شبہ ہے کہ یہاں مستحق قصاص و دیت مراد ہے یا دوزخ"۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر موصوف کو لفظ دوزخ مطلوب ہے تو واقعی حدیث میں یہ لفظ نہیں۔ ورنہ النار کی

وضاحت تو موجود ہے۔

حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قال اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صاحب لنا اوجب یعنی النار بالقتل فقال اعتقوا عنہ یعتق اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار (ابوداؤد مع العون ج ۴ ص ۵۳)

"یعنی ہم اپنے ایک ایسے ساتھی کو نبی علیہ السلام کے پاس لائے جس پر قتل کی وجہ سے دوزخ واجب ہو چکی تھی تو آپؐ نے فرمایا اس کے بدلے (غلام) آزاد کر دو۔ اللہ ہر عضو کے بدلے اس کا عضو جہنم سے آزاد کر دے گا۔"

توجہ طلب مسئلہ

عام فقہی کتب میں چونکہ قتل کی اقسام خمسہ کے تحت قتل قائم مقام خطا کو بھی ذکر کیا جاتا ہے تو موصوف نے بھی اسے ذکر کیا ہے لیکن ہم جیسا کہ پہلے قتل شبہ عمد کے ضمن میں امام مالکؒ کے موقف کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اسی طرح اس موقع پر بھی مسئلہ کا یہ پہلو محتاجِ توجہ ہے کہ آیا قتل خطاء یا قائم مقام خطا کا فرق فی الحقیقت کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر جرم کی نوعیت اور سزا کے اعتبار سے کوئی فرق ہے اور اس کی بنیاد کسی شرعی

ہدایت پر ہے تو فبہا و نعمت ہے۔ ورنہ محض لفظی فرق کے تحت اوراق کی سیاہی کا کیا مطلب اور عوام کو ایک سیدھے سادھے قانون تعزیرات میں تشکیک کا موقع فراہم کرنا چہ معنی دارد؟ لہٰذا علماء کرام کو اس فقہی تقسیم پر اجتماعی طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں نظر ثانی کرنا چاہیے کہ کیا واقعی یہ تفریق قرین شریعت ہے یا نہیں؟

اونٹ کی جنس سے دیت

ائمہ کرام کا اختلاف ہے کہ اونٹ کی صورت میں دیت ادا کرتے وقت وہ تین حصوں پر مشتمل ہوں یا چار حصوں پر؟ امام ابوحنیفہؒ و قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک چار حصوں میں ہوں یعنی ۲۵ بنت مخاض، ۲۵ بنت لبون ۲۵ حقہ اور ۲۵ جذعہ۔ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اثلاثاً ہو گی یعنی ۳۰ حقہ، ۳۰ جذعہ اور ۴۰ ثنیہ۔ دوسرے فریق کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عمروؓ بن شعیب کی مرفوع احادیث ہیں جن میں ایسی ہی تقسیم کی وضاحت ہے جب کہ فریق اول کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف روایت ہے جس کی تائید سائبؓ بن یزید کی روایت سے ہوتی ہے۔

قاضی صاحب نے ابن مسعودؓ کی روایت کو مرفوع بنانے کی کوشش کی ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ وہ تقریباً جمیع طرق کی تتبع کے بعد کسی صحیح طریق سے مرفوع معلوم نہیں ہوتی۔ امام ترمذی نے اسے مرفوع بیان تو کیا ہے لیکن ضعیف سند کے ساتھ۔ یعنی اس میں ایک تو زید بن جبیر راوی ہے، جس کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں: "متروك وقال ابوحاتم لا يكتب حديثه وقال ابن عدی عامة ما يرويه لا يتابع عليه"۔ (میزان) اسی طرح خشف بن مالک متکلم فیہ ہے امام بیہقی نے اسے مجہول کہا ہے۔ علاوہ ازیں حجاج بھی متکلم فیہ راوی ہے۔ غرضیکہ یہ روایت صحیح سند سے مرفوع مروی نہیں جس پر امام دارقطنی نے بالتفصیل بحث کی ہے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں۔

والصحيح انه موقوف على عبد الله كما سلف (نيل الاوطار ج۷)

اور جہاں تک یزید بن سائب کی روایت کا تعلق ہے تو ہمیں افسوس ہے کہ موصوف نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ ہم دیکھ سکتے اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے تاہم علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اسے بحوالہ الشفا للامیر الحسین ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ لکھا ہے۔

"ولم اجد هذا مرفوعاً الى النبى صلى الله عليه وسلم فى كتاب حديث فلينظر فيها ذكره صاحب الشفاء (نيل ج۷)

علاوہ ازیں اسے ابوداؤد نے بھی حضرت علیؓ سے موقوفاً ذکر کیا ہے اور سنداً بھی کمزور ہے کیوں کہ اس میں عاصم بن حمزہ راوی ہے جس پر متعدد علمائے فن نے جرح کی ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور سائب بن یزید کی روایات اوّل تو موقوف ہیں ثانیاً مرفوع اور موقوف دونوں حیثیتوں میں وہ ضعیف ہیں۔ دوسری طرف مرفوع صحیح احادیث ہیں۔ لیکن قاضی صاحب موقوف اور ضعیف روایت کی حمایت میں اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت کو موقوف ہونے کا نقص نکال کر مرجوح قرار نہیں دیا جا سکتا لہٰذا امام ابوحنیفہ نے ابن مسعود کے افقہ ہونے کی وجہ سے ان کی روایت کو ترجیح دے دی۔ (ملخصاً)

حضرت ابن مسعود کی فقاہت سر آنکھوں پر لیکن ان سے روایت سنداً صحیح بھی تو ہو؟ محض سینہ زوری تو کوئی وجہ ترجیح نہیں، اور پھر دونوں احادیث کو برابر قرار دینا اپنی جگہ پر از خود ظلم عظیم ہے۔ یہی نہیں بلکہ غیر شعوری طور پر امام ابوحنیفہ کی بھی توہین ہے کہ وہ ان دونوں کو برابر خیال کرتے ہیں خواہ ان کے سامنے دونوں احادیث ہی نہ ہوں۔ فیاللعجب!

دراصل معلوم یوں ہوتا ہے کہ موصوف کو حقیقتاً تتبع کا موقعہ ہی نہیں ملا ورنہ وہ "اس تفصیل" جیسے پر فریب الفاظ کی رَو میں بہہ کر یہ نہ فرماتے کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت اگرچہ صورۃً موقوف ہے مگر حقیقۃً یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ بہرحال ہم اس خود ساختہ "حقیقت کی تفصیل" کے منتظر ہیں! لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

دیت ذمی

ذمی کی دیت کے متعلق احناف کا موقف ہے کہ مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی۔ جب کہ حنابلہ کے نزدیک، نصف دیت بصورت خطا اور مساوی بصورت عمد اور شوافع کے نزدیک ثلث دیت ہوگی جب کہ امام مالک کے نزدیک نصف دیت — ان مذاہب کی تفصیل و تائید سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ احناف کے نزدیک چونکہ النفس بالنفس کے تحت مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ دیت میں بھی مساوی ہوں حب کہ ہم پہلے صفحات میں یہ بات بالدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل کرنا درست نہیں بلکہ ان میں فرق ہے اور اسی اعتبار سے دیت میں بھی فرق ہے۔

چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ دية المعاهد نصف دية الحر (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۹) یعنی معاہد (ذمی) کی دیت آزاد (مسلمان) کی دیت کا نصف ہے۔" ایک دوسری

روایت میں ہے۔

جعل عقل اهل الكتاب من اليهود والنصارى نصف عقل المسلم۔
(بیهقی، مصنف عبد الرزاق ص۹۲ ج۱۰)

یعنی "اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے" علامہ خطابی فرماتے ہیں۔

"ليس فى دية اهل الكتاب شئى ابين من هذا واليه ذهب عمر بن عبد العزيز وعروة ابن الزبير وهو قول مالك بن انس وابن شبرمة واحمد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم اولى ولا باس باسناده" (عون المعبود ص۳۲۱ ج۴)

یعنی "ذمی کی دیت میں اس حدیث (مذکور) سے زیادہ واضح اور کوئی دلیل نہیں (یعنی ذمی کی نصف دیت والی روایت دلائل کی رو سے بالکل واضح ہے) عمر بن عبد العزیز، عروہ بن زبیر، مالک بن انس، ابن شبرمہ اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی سب سے زیادہ اولیٰ ہے اور سند کے اعتبار سے بھی یہ روایت صحیح ہے۔"

علاوہ ازیں سعید بن المسیب نے حضرت عمرؓ سے ذمی کی دیت چار ہزار درہم نقل کی ہے جس کی تائید ابو موسیٰ اشعریؓ کے خط بنام حضرت عمرؓ سے بھی ہوتی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ص۹۳ ج۱۰) حضرت حسن بصری کا بھی یہی خیال تھا اور مجوس کے متعلق متعدد صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ ان کی دیت آٹھ ہزار درہم ہے بلکہ مکحول نے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ایضاً ص۹۵ ج۱۰)

مذکورہ اختلافِ مذاہب کے نقل کرنے کے بعد اب ذرا ان دلائل کا بھی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے جو ذمی کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیتے ہیں۔

آیتِ کریمہ احناف نے اپنے مدعا کی تائید میں سورہ نساء کی آیت "وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله۔" کو پیش کیا ہے کہ یہاں بوجہ اطلاق دیت سے مراد دیت معہودہ مراد ہے جو کہ دیت مسلم ہے لیکن یہ بات اس وجہ سے محل نظر ہے کہ اس سے مراد دیت مسلم نہیں بلکہ اہلِ ذمہ کے متعلق دیت مشہورہ ہے اور وہ نصف دیت تھی۔ ثانیاً اگر اس کے اطلاق کو تسلیم کر لیا تو حدیث عمر واس حدیث کو مقید

کرتی ہے اور احناف متعدد مقامات پر خود قرآن کے عموم کو احادیث سے مقید کرنے کے قائل ہیں۔ کما لا یخفی علی الماہر:

نکتہ آفرینی

حنفی مسلک کی تائید میں یہ نکتہ آفرینی بھی قابلِ داد ہے، فرماتے ہیں کہ اس میں معاہد کی دیت کی کوئی تفصیل نہیں ہے جس سے ظاہر یہی ہے کہ معاہد کی دیت بھی وہی ہے جو پیچھے مومن کی بیان کی گئی ہے (ترجمان القرآن اپریل ۱۹۷۹ء)۔ موصوف کی تفسیر نگاری اور اس نکتہ آفرینی پر جتنا تعجب کیا جائے کم ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں ہی نہیں بلکہ پورے قرآن الم سے لے کر والناس تک کہیں بھی مسلمان کی دیت کی تفصیل موجود نہیں تو پھر محض زورِ قلم سے قرآن کریم میں اس معنوی تحریف کا آخر کیا حکم؟ کہ پیچھے اس کی تفصیل ہے۔ یاد رہے اس آیت میں دو مرتبہ دیة مسلمة کا لفظ آیا ہے۔ پہلے دیت مسلم اور دوسری جگہ ان الفاظ سے دیت ذمی وغیرہ مراد ہے۔ امام قرطبی پہلے الفاظ کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں کہ:

ولم یعین اللہ تعالیٰ فی کتاب ما یعطی فی الدیة وانما فی الآیة ایجاب الدیة مطلقا .... وانما اخذ ذلک من السنة۔

(تفسیر ص ۳۱۵ ج ۵)

یعنی "اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دیت کی تعیین و تشریح نہیں فرمائی بلکہ مطلق طور پر دیت کا حکم دیا لہٰذا اس کی تفصیل ہمیں حدیث سے لینا ہوگی۔"

یہ امام قرطبی کی وضاحت ان الفاظ کے متعلق ہے جن کی طرف قاضی موصوف اشارہ کرتے ہیں کہ دیت مسلم وہاں بیان ہے۔ بہرحال قرآن مجید میں خبرِ احاد سے زیادتی پر چیخ و پکار کرنے والوں کی طرف سے یہ عبارت اسی بات کا مصداق ہے کہ:

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ (الانعام ۱۴۴)

اور جہاں تک سنت سے وضاحت کا تعلق ہے وہ ہم انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بیان کرتے ہیں کہ آیا احادیث کی روشنی میں دیتِ ذمی، دیتِ مسلم کے برابر ہے یا نہیں؟

احادیث

احناف اس آیت کے علاوہ اپنے موقف کی تائید میں متعدد احادیث بھی پیش کرتے ہیں جن میں حضرت ابن عباس کی روایت سرِفہرست ہے جسے امام ترمذی نے

بیان کیا ہے لیکن اس کی سند میں سعد ابو سعید بن المرزبان البقال ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال البخاری منکر الحدیث وقال ابو حاتم لا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف لیس بثقة وقال ابن معین لیس بشیء لا یکتب حدیثہ و قال عمرو بن علی ضعیف الحدیث متروک الحدیث (تہذیب ص۷۹ ج۴)

۲۔ اسی طرح حضرت ابن عباس سے ایک دوسری روایت ہے جسے امام بیہقی نے دو سندوں سے نقل کیا ہے۔ پہلی سند میں سابقہ ابو سعید البقال ہے اور دوسری میں حسن بن عمارہ متکلم فیہ ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

"قال احمد متروک وقال ابن معین لیس حدیثہ بشیء وقال ابو حاتم ومسلم والدارقطنی وجماعة متروک وقال شعبة یکذب (بل قبل) اکذب الناس؛ میزان ص۵۱۳–۵۱۵ ج۱)

۳۔ ایک روایت بیہقی میں ابن عمر سے ہے کہ ودیٰ ذمیا دیة المسلم لیکن اس کی سند میں ابو کرز متکلم فیہ ہے۔

قال الدارقطنی ابو کرز ھذا متروک الحدیث ولم یروہ عن نافع غیرہ (نصب الرایة ص۳۶۶ ج۴)

۴۔ ایک روایت اسامہ بن زید سے دارقطنی میں ہے جس کی سند میں عثمان الوقاصی متروک ہے۔

۵۔ ایک روایت سعید بن مسیب سے ابوداؤد کی مراسیل ص۱۲ پر ہے جسے قاضی صاحب موصوف نے ذکر کیا ہے کہ "دیة کل ذی عہد فی عہدہ الف دینار" اے کاش موصوف اس کی سند بھی بیان فرما دیتے یا کم از کم اس کی تخریج ہی کر دیتے۔ تاہم علامہ زیلعی نے اس کی مسند شافعی کے حوالہ سے سند نقل کی ہے جس کی سند میں محمد بن یزید متکلم فیہ ہے اور دوسرے سفیان حسین واسطی ہیں جس کی جرح و تعدیل کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن چونکہ وہ زہری سے روایت کرتا ہے اور جب زہری سے روایت کرے تو بالاتفاق ضعیف ہے چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

"قال یحیی بن معین لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری وقال النسائی لیس بہ باس الا فی الزہری وقال ابن حبان یروی عن

الزھری المقلوبات ۔ (میزان الاعتدال)

۶۔ ایک روایت زہری سے مرسل بیان کی گئی ہے۔ لیکن مراسیل زہری کے متعلق علامہ شوکانی کا یہی قول کافی ہے جبکہ بعض دیگر محدثین نے بھی امام زہری کی مرسلات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ومراسیله قبیحة لانه حافظ کبیر لا یرسل الالعلة (نیل الاوطار ج ۷ ص ۶۶)

غرضیکہ اس سلسلہ میں جتنی بھی روایات پیش کی جاتی ہیں تمام کی تمام معلول و ضعیف ہیں امام شوکانی ان روایات پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ومع ھذه العلل فھذه الاحادیث معارضة بحدیث الباب، وھو ارجح منھا من جھة صحته وکونه قولا وھذه فعلا والقول ارجح من الفعل .... والراجح العمل بالحدیث۔

الصحیح وطرح ما یقابله مما لا اصل له فی الصحة (نیل الاوطار ج ۷ ص ۶۶)

یعنی "حدیث عمرو ان احادیث پر باعتبار صحت ترجیح کے علاوہ اس وجہ سے بھی ترجیح ہے کہ وہ قولی ہے اور یہ فعلی ـــــ جبکہ اصولِ حدیث کے مطابق قولی حدیث کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے بنا بریں اس راجح حدیث پر عمل کرتے ہوئے باقی تمام ایسی روایات کو ناقابل التفات سمجھنا چاہیے جن کا صحت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں"!

آثار پر مکھی پر مکھی

مذکورہ احادیث کے علاوہ احناف جن آثار کا سہارا لیتے ہیں ان میں اولین طور پر ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ دورِ نبوت و خلافت وراشدہ میں ذمی کی دیت مسلمان جیسی تھی اس اثر کو قاضی صاحب نے ۲۹ میں ذکر کیا ہے لیکن موصوف فرماتے ہیں کہ یہ اثر مراسیل ابی داؤد میں بسند صحیح مذکور ہے ـــــ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مراسیل کے ص۱۳ پر اس اثر کی کوئی سند نقل نہیں۔ معلوم نہیں موصوف کو کہاں سے وحی ہوئی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو اصل مراسیل کی زیارت ہی نصیب نہیں ہوئی۔ انھوں نے محض ملا علی قاری کی کتاب سے ہی نقل کرنے پر اکتفا کی ہے اور مکھی پر مکھی مارتے ہوئے "بسند صحیح" کا ترجمہ کر دیا ہے لیکن اس کی سند ملا علی قاری نقل بھی نہ کر سکے صرف نظری حکم کو ہی کافی سمجھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے تقلیدِ اعمیٰ کا ٹھوس ثبوت مہیا کیا اور نصب الرایہ سے نقل کر دیا

کہ "بسند صحیح"۔

احناف کی یہ روش قدیم یا فطرت ثانیہ کہیے جو تقلیدی جمود کا شاخسانہ ہے۔ ورنہ آج کے دور کا کوئی حنفی عالم ہمیں اس کی صحیح سند دکھا دے تو آمنا وصدقنا۔۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔

خلط مبحث یا ــــ فن کاری

موصوف اس اثر کے آخر میں فرماتے ہیں کہ "مراسیل ابن المسیب محدثین کے نزدیک صحاح کا حکم رکھتے ہیں"۔ اس حکم سے پہلے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جناب اس اثر کے بعد متصلاً اس بات کے نقل کا کیا معنیٰ؟ کیا محض عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا مقصد ہے کہ فقہ حنفی کو تقویت مل سکے یا ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے اثر کو صحاح میں داخل کرنا مطلب ہے؟ لیکن محترم اس مذموم کوشش کے دنیاوی اور اخروی نتائج کو بھی تو خدا را سامنے رکھیے؟

نیا ایڈیشن **قرآن مجید** مترجم

ترجمہ :۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری

فوائد وحواشی :۔ مولانا محمد داؤد راز گوڑگانوی

قرآن مجید کے شروع میں ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں مولانا محمد اسمٰعیل السلفی مرحوم (گوجرانوالہ) اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری کے علاوہ مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری اور مولانا داؤد راز کے اہم مضامین شامل ہیں۔۔۔۔۔ بڑھیا، پائدار اور دیدہ زیب کاغذ۔ بڑے سائز کے ۸۰۰ صفحات۔ موٹے خط میں دو رنگی عکسی طباعت۔ جلد انتہائی مضبوط۔

ھدیہ : ۱۲۵/ روپے

ناشر: فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان